

بزاروں سال کی سچا نیاں جھوٹی نہیں بین

(خدا کے لیے ایک نظم)

ایک یُگ سے بوا  
گہرے پانی کی لمبزوں پہ  
مانوس سے دائروں کی زبان میں  
دعا کر ربی ہے

کتنی صدیوں سے  
چٹانوں کے خشک قرطاس پر  
آندهیاں کیا شائیں رقم کر ربی بین

پتیوں کی رگوں میں  
برے خون کی شکل میں  
ایک بی نام .....  
بس ایک نام ہے  
اور دشمن اندهیروں نے اس جگماتے بوئے نام پر  
ایک چادر چڑھا دی ہے۔

اندھیرے کی چادر کے اس پار  
”کوئی ہے“  
”کوئی بھی تو نہیں ہے“  
ان صداوں کو خاموشیوں کے کسی مقبرے میں سلا دو

اندھیرے کی چادر کے اس پار کوئی  
نوری کرنوں کے دھاگوں میں  
معصوم گڑیاں پروئے  
ان کو صدیوں سے انجان سی حرکتیں دے رہا ہے  
انگلیاں .....  
مہرباں  
بوڑھی  
چمکیلی ..... نوری ..... رحیم

صدا آربی ہے  
”اندھیرے کے اس پار کوئی نہیں ہے“  
صدا ڈوبتی جا رہی ہے  
صدا ڈوبتی جا رہی ہے

Epilogue ایپی لاگ

پتیوں کی رگوں میں

ایک بھی نام ہے ... جو بھرے خون کی شکل میں بھے رہا تھا

دشمن اندھیروں کی موجودگی میں

خوف کے ساتھ

حلق کی گھری گھرائیوں میں

وبی نام اترنے لگا ہے

\*\*\*

### بارہویں تاریخ کی روشنی کے نام

نعت

غروب شام سے پہلے کا منظر

چمکتی آگ پہلی آسمان میں

ہر اس و خوف جاگا کاروان میں

اندھیروں نے چمکتی آنکھ کھولی

سمندر میں جو اتری سرخ ڈولی

سنہری رنگ کے اڑتے پرندے

بہت خاموشی سے پر کھوئتے تھے

کہ شاید رات کی نیندیں نہ کھل جائیں

یہ موتی وقت سے پہلے نہ رل جائیں

کنی فوجیں کنارے پر کھڑی تھیں

بوا کے اک اشارے پر کھڑی تھیں۔

بوا کے بونٹوں پر مایوسیاں تھیں

جو اک مدت سے محتاجِ بیان تھیں

کہ اب آجائیں گے کالے اندھیرے

اڑیں گے بڑ طرف ڈر کے پھریرے

مگر لو.....اب غروب شام کے بعد

بوا کے بونٹ پہلے ..... مسکراتے

فرشتون کے کنی پر پھٹپھٹائے

ابھی کچھ لمبے پہلے آنکھ میں تھے

اندھیرے اور اندھیرے اور اندھیرے

مگر اب دور اک نوری نشان تھا

فرشتون سے چمکتا آسمان تھا

بزاروں چاند تارے سات میں تھے

کنی سورج اس بارات میں تھے

اندھیروں کے محل جو کنگرے تھے

اچانک وہ زمین پر آ رہے تھے

اندھیرے گھر میں اب تک تھا اندھیرا

مگر اس رات اک آئینہ اترا

بکھرتی تھی بوا میں چاندی چاندی  
فضا میں ٹوٹتی تھی چاندنی چاندنی  
یہ قصہ باربوبین تاریخ کا تھا

\*\*\*

### ایک نلخ نظم

مجھے بچپن کی یادیں آ رہی ہیں  
جب بڑوں کے چھوٹے چھوٹے کام کر کے  
ڈھیر سی میٹھی دعائیں لے کے خوش ہوتا تھا  
”تمہارا جسم کڑوے نیم کے پیڑوں سا لمبا بو“

مگر اب  
مجھے کو یہ محسوس ہوتا ہے  
کہ میں لمبا سہی  
پر نیم کے پیڑوں کے اتنا تو نہیں بون  
نیم کے بتوں کی تلخی  
میری ساری زندگی میں گھل گئی ہے۔

\*\*\*

### پہلے انسان کا سفر

وہ پہلا انسان جس کی طاعت سبھی فرشتوں پہ فرض تھی  
وہ پہلا انسان  
جس کی اکلوتی ذات میں کتنی کائناتوں کو دیکھتا تھا خدا  
وہ انسان  
کتنا تنبہ  
اکیلے پن کے سمندروں میں وہ ڈوبتا اور ابھرتا  
بر اک طرف اس کی نظریں اپنے بی جیسے انسان کو ڈھونڈھتی تھیں  
مگر اسی کو تو پہلے انسان کا لقب تھا !

پھر ایک دن  
بجائے ذہن اس کی پسلیوں سے عجیب سا اک خیال پیدا ہوا  
وہ پہلا انسان  
اپنی بی پسلیاں تعجب سے دیکھتا تھا

یہ ذات سے کائنات کی سمت  
پہلے انسان کا سفر تھا

\*\*\*

## تخلیقی عمل پر ایک نظم

مجھے ابھی ابھی لگا  
کہ جیسے میں  
ایک عجیب کرب سے  
بہت دنوں کے بعد یوں ملا ہوں  
جیسے مدنوں سے میرے واسطے  
وہ اجنی رہا ہو

مگر وہ کرب  
میری انگلیوں کی پور پور کو  
بہت بی دھیمے دھیمے چھو رہا ہے  
چومتا ہے  
میری آنکھیں چھو رہا ہے

بہ کرب آج میرے واسطے  
خوشی کی وجہ بن گیا ہے  
چیخ گیت بن گئی ہے  
\*\*\*

اپنی شکست کی یاد میں

وہ کوئی اور ہو گا  
جو آنکھوں کے بجهتے دیوں کو بچانے کی کوشش میں مصروف ہوگا  
وہ کوئی اور ہو گا  
جو مضبوط باتھوں سے آکاش کا بوجہ اٹھاتا رہا ہے  
اٹھاتا رہے گا  
وہ کوئی اور ہو گا  
جو ہر وقت مسکان لب پر لگائے ہوئے سب سے باتیں کرے گا  
وہ کوئی اور ہو گا .....  
مگر یہ ”کوئی اور“  
یوں بی بے اجازت مرے جسم کے خول میں چھپ گیا ہے  
یہ ”کوئی اور“ کوئی بھی ہو  
میں یہی سوچتا ہوں  
آج اپنی شکست  
سامنے اس کے تسلیم کر لوں  
\*\*\*

کھوکھلی زندگی جینے کے بعد

مری زندگی کھوکھلی ہو گئی تھی  
مری زندگی کے خلا کو بھرو  
دھوپ کے پھول پتو !  
چاندنی کے حسین نرم پھو لو !  
نرم شاخوں پہ لٹکے بوئے چھپو !  
سووندھی مٹی کی خوشبو سے مہکی ہوا .....!  
بادلو !  
آسمانو ..... !!.....  
چھت کے سوراخ  
سریوں لگی کھڑکیوں سے گزر کر  
میرے گھر کو  
مجھے روح دے دو  
میں بہت دیر سے  
سکرٹوں کی مہک میں بسی گرم سانسیں  
لپ اسٹک کے بونٹوں کے بے روح بو سے  
رم اور جن میں ڈوبے بوئے قہبے  
بھولنا چاہتا ہوں

مری زندگی کھوکھلی ہو گئی تھی

\*\*\*

چھڑے لمھے کی سرگوشیاں

دلے پتے جسم  
سوئے کے ورق  
صبح کی ہلکی سنہرے روشنی  
شہر ..... باتیں  
گاؤں ..... سنائے  
کیمرے کی آنکھ .....  
بونٹ

دور سے خوشبو کا بوسہ  
ایک ہالے میں گھرے  
دلے پتے جسم سوئے کے ورق  
شفق ملبوس میں لپٹا بوا سورج  
اور ماٹھے پر سنہری جنتیں  
اور جنتوں میں ہم  
اپنے دل میں گنگناتی چاہتیں  
چاہتوں کے رنگ سے رنگیں فضا

اور فضاؤں میں کئی سرگوشیاں  
 سرگوشیوں میں پیار  
 اور پھر .....  
 چابتون کو روندتے  
 ریل کے انجن کی بھاری گڑکراٹ  
 اور پھر  
 لب پر جدائی گیت  
 اور  
 پھر  
 لب پر  
 جدائی  
 گیت

\*\*\*

پاتال میں

لو.....  
 وہ چاند ستارے پھر پاتال میں جا ڈوبے  
 پل بھر پہلے  
 یہی چاند اس گھرے اندھیارے پاتال سے ابھرا تھا  
 اور اس کے پیچے کتنے تارے تھے  
 اور ان کے پیچے  
 فرشتوں کی فوجیں  
 باتھوں میں نوری علم نے  
 پھر بچے تھے .....  
 معصوم ..... سنہری بالوں والے  
 یہ پورا فافلہ ابھی ابھی پاتال سے ابھرا تھا

اک شیشے کا ٹکڑا  
 جو دھرتی پر پڑا بوا تھا  
 چمک گیا  
 کرنیں ٹکرائیں تو  
 شیشے کے دل میں نورانی ..... کچھ غیر مرئی  
 کچھ بہت عجیب سی گونگی روشنی  
 گھری.....  
 گھری اتر گئی  
 پھر تارے ---  
 بچوں کی چمکتی آنکھیں  
 چمکیلے فرشتوں کے پر

ساری روشنیاں  
نورانی راتیں تھیں  
اور شیشہ ۔۔۔!!

لو وہ چاند ستارے پھر پاتال میں جا ٹو بے  
کیا گھری ۔۔ گونگی دلدل بے  
سب دھنسنے لگے  
دھنسنے گئے  
گھرے ۔۔۔  
گھرے اتر گئے  
اور شیشہ ؟  
\*\*\*

ایک مختصر مرتبہ لمبے کی نظم

بے مردہ لاش جنگل کی  
ہمارے چھوٹے سمٹے شہر کی  
مٹی میں کیسے دفن ہو گئی

ہمارے شہر میں  
مٹی کہاں ہے ؟؟  
\*\*\*

قدس شعلے کے سائے میں نظم

اور پھر  
تم نے اک پاک شعلے کو  
اپنے بدن میں بسايا تھا  
اور اوس بدلتے میں دی تھی  
اور پھر  
خون سے ملبوس آلد بھی ہو نہ پایا تمہارا

اور اب چیتھڑوں میں لپٹی ہوئی بھماہٹ  
کہیں ریل کی پڑیوں پر  
ابھی پھینک آؤ  
کہ شعلے کی نقدیس مٹی بوتی ہے  
\*\*\*

یا خدا  
(قدرت اللہ شہاب کے لیے)

رب المشرقین

مشرق میں سورج کے ٹکڑے  
مغرب میں اک چاند  
جس کی نیلی چمک کے آگے  
سورج بھی ہے ماند  
آنکھوں میں تصویر چاند کی  
بوئشوں پر نیزے  
باتھ گلابوں کی گھڑی کا  
کتنا ملامہ ہے  
تسبیحوں کے متی بکھرے  
تعویذوں کے حرف  
سرخ سلاخیں سینوں پر بیس  
اور ہونشوں پر برف

رب المغاربین

بڑی سی کشتی کے عرش پر  
جلے ہوئے کچھ باتھ  
مغرب کی خوشبو کی لیکن  
یہ کیسی برسات  
جن ناموں سے کانوں میں  
کچھ شہد سا ٹپکا تھا  
چے کی آنکھوں نے ان کو  
جلتا دیکھا تھا

رب العالمین

جل ہی چکیں جو گلیاں آخر  
جلے والی تھیں  
پھر ہونشوں پر نیزے تھے  
اور آنکھیں خالی تھیں  
\*\*\*

ٹافیوں کے ڈبے سے  
 اک دھوان سا نکلے گا  
 اور اگلے ہی لمحے  
 کاغذوں پہ رینگے گا  
 اپنے ٹوٹے جوتوں سے  
 راستوں کو ٹاپے گا  
 اور ایک چمنی میں  
 گول گول گھومے گا  
 دوسرا سرا جس کا بادلوں میں گم ہو گا  
 بادلوں پہ اک ارتھی  
 اک چتا میں سلگے گی  
 اور سحر کی ساوتری  
 اس میں کود جائے گی  
 اور چتا کے انگارے  
 آسمان کے تارے  
 بن کے روز چمکیں گے  
 آنچلوں کے سائے میں  
 پھر بھی جسم چبکیں گے  
 اک ستارہ ٹوٹے گا  
 اور اگلے ہی لمحے  
 ایک چھوٹا سا بچہ  
 ٹونٹے ستارے کو  
 پھر سے ایک ٹافی کے  
 ڈبے میں چھپا لے گا  
 ٹافیوں کے ڈبے سے  
 اک دھوان

\* \* \*

## ایک نظم

بم آج بھی چپ کھڑے بوئے بیس  
 سوچا تھا کہ آج در کھلے گا  
 اور کوئی حسین شاپزادی  
 باتھوں میں سنہالے سچے متی  
 آتے ہی بکھیر دے گی سارے  
 آنکھوں سے جو اپنی بم چنیں گے  
 مدت سے خزانہ ہے جو خالی  
 بھر جائے گا موتیوں سے .....  
 لیکن .....  
 دستک کا جواب کچھ نہیں ہے

اب تک بھی یہ در کھلا نہیں ہے  
آنکھوں کی خلا چھپائے سب سے  
ہم آج بھی چپ کھڑے ہوئے ہیں  
\*\*\*

### ایک نظم

اک اجلی سی لڑکی جس نے  
بکھیرے رنگ شام  
باتھوں پر مہندی سے لکھا  
اپنا میرا نام

اک پیاری سی بہن کے دونوں  
سوٹر بنتے باٹھے  
اک دن جس کے نین آکاش نے  
رم جہم کی برسات

ان دونوں نے باندھ رکھے ہیں  
میرے سارے چھور  
ریشم اون سے جوڑ رکھی ہے  
میری سانس کی ڈور  
\*\*\*

### ایک نظم

کورا کاغذ سمندر بنے  
اور کئی کشتیاں  
اک کنارے سے اگلے کنارے کی جانب ہیں  
اور بوا  
باد بانوں کو جھولے جھلاتی چلتے  
یہ مگر اک تمنا ہے  
(یا پھر دعا .....؟)  
کون جانے .....  
روشنائی کی اک بوند  
میرے لیے  
کون سے لمھے امرت بنے گی

### رات کے بعد

ابھی رات کی بات ہے  
 چاندنی کے کئی نہمے قتلے درختوں کے سائے میں بکھرے پڑے تھے  
 یوکلپیش پہ چاندی کی اک اور تھے چڑھ گئی تھی  
 اور اک دیو داسی  
 ایک تارہ لیے

جے جے دنتی کے بولوں میں کھوئی ہوئی  
 کچھ وہ جاگی ہوئی ... کچھ وہ سوئی ہوئی  
 چاندنی میں وہ انچل بھگوئی ہوئی

اور پھر .....  
 ساز ٹوٹ جاتا ہے  
 گیت روٹھ جاتا ہے  
 پتیاں بکھرتی ہیں  
 بستیاں اجڑتی ہیں  
 چاند بھیگ جاتا ہے  
 خواب چیخ اٹھتا ہے

صبح مسکراتی ہے

### رستے کا مسافر

میں تو رستے کا مسافر ہوں  
 نہ منزل ہے نہ جادہ کوئی  
 میں ابھی ایک گھنے نیم تلے سویا تھا  
 اور اب اک میل کے پتھر سے ٹکا بیٹھا ہوں  
 اگلے پل چوم رہی ہوں گی کئی موجیں مرے نقش قدم  
 ریت میں ثبت نشان

میں تو رستے کا مسافر ہوں  
 مگر آنکھوں میں  
 اک شفق رنگ تمنا کی لوین جلتی ہیں -----  
 کہ -----

جہاں میں جاؤں مرے لیے  
 کوئی صبح پھول بکھیر دے  
 کوئی دھوپ رنگ میں رنگ دے  
 کوئی شام چھپڑ دے شیام راگ  
 کوئی رات تھپکیاں دے مجھے  
 کوئی بھولی بھالی سی سوبنی  
 کہ تمام رنگ تمام نور  
 کسی اداں برآمدے کے  
 اندر ہرے ایک ستون سے لگی  
 منتظر ہو مرے لیے

\*\*\*

### موسم کا سکوت

عجیب فصل -- عجیب موسم سکوت بے ہے  
 حرم حرم نہ صدائے اذان کی گونج بے -----  
 حرب حرب میں وہ پوچا کی تھا لیوں کے چراغ  
 زبان زبان پہ نہ آیت کسی صحیفے کی  
 نہ بزم بزم میں رقصان بیں مستیوں کے ایاغ

فلک فلک پہ نہیں ضو کسی ستارے کی  
 فضا فضا نہ کوئی نغمہ ربابی بے  
 نہ موج موج کوئی ڈولنی بوئی کشتنی  
 نہ سطح آب کوئی خیمه حبابی ہے

سکوت دریا نہیں پیش خیمه طوفان کا  
 کہ سنگ سنگ پہ تحریر سیز کاہی بے  
 کران کران بے حروف و صدا کی حد بندی  
 ورق ورق پہ نہ اک قطرہ سیاہی بے

افق افق نہ شفق کے حریری آنچل بیں  
 چمن چمن میں نہ وہ جگنوؤں کے مہ پارے  
 نہ شاخ شاخ پرندے پروں کو تولے بوئے  
 روشن روشن نہ کہیں خوشبوؤں کے فوارے

بوآ میں اڑتی کوئی گرد کاروان ہی نہیں  
 نہ رستہ رستہ ہے آہٹ کسی مسافر کی  
 نہ دشت دشت گریبان دریدہ قیس کوئی  
 نہ صحراء صحراء کہیں کوئی ناقہ لیلی

نہ کھڑکیوں میں ہے ملبوس رنگ رنگ کوئی  
نہ بام بام کوئی محفل نگاراں ہے  
گلی گلی نہ کہیں کنواریوں کے ڈھولک گیت  
نہ شہر شہر بجوم غزال چشمائے ہے

عجیب فصل عجیب موسم سکوت ہے یہ  
جہاں سارا عجب کرب و اضطراب میں ہے  
دکھانی کچھ نہیں دیتا ہے دھند کے اس پار  
ادھر بھی چار سو ماحول کس عذاب میں ہے

کوئی تو وقت کو آواز دے۔ بلاۓ اسے  
چلائے تیر۔۔ فضاوں کو جو جہنجوڑ سکے  
دیبیز پردہ خاموشی چاک کر ڈالے  
اور اس عذاب کے پنھر کو نوڑ پھوڑ سکے  
\*\*\*

خوب بارش بُؤئی

آج کی سہ پر خوب بارش بُؤئی  
پہلی بارش کی بوندوں نے  
کیا جانے کیا  
سنستانی سلگتی زمین سے کہا

سیز آشفتگی نے خداوند عالم کے  
شکرانے کے طور پر  
خوب نفلیں پڑھیں

آج کی سہ پر خوب بارش بُؤئی  
\*\*\*

احساس

اب تک جو کچھ بھی سوچا ، سمجھا ، جانا اور دیکھا تھا  
تیرے روپ کا سینا تھا ، یا میری آنکھ کا دھوکا تھا

تو بھولی بھالی سی لڑکی جس کے روپ بزار  
تیرے سوابھی گھٹا چمبیلی - گنگن سے مجھ کو پیار

تو اک ست رنگی سی دھنک اور پھر چوڑی کے رنگ  
 میں آئینہ کا ٹوٹا ٹکڑا اور وہ بھی بے رنگ  
 تو گوری جوسیج پہ سوئے مکھ پر ڈارو کیس  
 میں رمنا جوگی جو ہر پل آئے بدلتے بھیس  
 تو وہ بھار کا پھول کے جس سے باد صبا کو پیار  
 میں جیسے کسی ویرانے میں اک تھوڑی قطار  
 یا وہ برگ خزان جو پاؤں سے چرم روٹ گیا  
 پھر کیوں مجھ کو دکھے بو تیرا باتھے جو چھوٹ گیا

تو وہ تیز ندی جیسے گنگا کا ولیری پیاس  
 میں ریگستانوں کی ترشنا -- میری انہیں پیاس  
 تو نے باتھے جھٹک کے دیا مجھے ان سب کا احساس  
 \*\*\*

ایک سیاسی نظم  
 (جولائی ۱۹۷۵، بند میں امر جنسی کا نفاذ)

وہ دن آگیا  
 جب بڑاں آنکھ  
 سرخ  
 اپنے بی خون  
 اپنے بی جلتے بؤے سرخ شعلے  
 کی سرخی سے پر تھی

تو اس پل خدا نے  
 فرشتوں کو بھیجا  
 کہ بڑ سمت جائیں  
 زمیں پر جہاں بھی کہیں  
 سرخ کے ماسوا اور کچھ رنگ  
 ان کو دکھائی دے  
 اس کو  
 سرخ بی رنگ سے  
 پینٹ کر دیں  
 \*\*\*

فیض اور فیض کے غم کے نام

موسم گل کے قدم  
 جانے کہاں کون سے رستے پہ مڑے

اس طرف تو نہیں آئے شاید  
موسم گل کے قدم  
راستہ گھر کا مرے بھول گئے بین شاید  
(جو کوئی مشکل تو نہ تھا)

ابتدا سے مری تقدیر میں لکھے بین وہی  
دشت امکان کے سراب  
جو مرے خون میں شامل بین  
بصارت میں، سماعت میں گھلے  
گفتگو - لمس۔ نظر میں شامل  
اور یہ عالم بے مرا  
کچھ پتھے ہی نہیں چلتا مجھے کو  
کب بوئیں ، جلوہ گہ وصل کی شمعیں روشن  
کب کسی مہر جدائی سے اندهیرے پھوٹے  
خواہش ہجر ہو کب عرض وصال  
پھول مہکیں تو ہنسا جائے  
کہ رویا جائے  
دل جو خون ہو  
تو میں روؤں کہ ہنسوں  
جشن کا غم ہو کہ ماتم کی خوشی  
اب تو کچھ بھی مجھے احساس نہیں ہوتا ہے

وسم گل کے قدم  
جانے کب آئیں مرے گھر کی طرف  
کب مٹیں گے یہ سراب  
کس طرف جا کے رکے "قافلہ نکبت غم"  
\*\*\*

دیوی

مجھے خبر ہے  
کہ عنقریب ایک دن وہ آئے گا  
جب کہ تم تم نہیں رہو گی

پتا نہیں تم کو درد کی اور کتنی دلیزیں  
پار کرنی ہیں  
تم.....  
جو دوسرے ایک تم میں تبدیل ہو رہی ہو  
عمل مسلسل جو چل رہا ہے  
اور اس تسلسل کی دھڑکنیں بھی

میں اپنے کانوں سے سن چکا ہوں  
تمہارے پاکیزہ جسم چھو کے  
میں اپنے باتھوں میں کچھ تحرک سا خود بھی محسوس کر چکا ہوں

بس اب وہ دن جلد آ رہا ہے  
کہ جب مرے اور تمہارے بوٹھوں کے بیچ  
اک فاصلہ تو پوگا  
مگر یہ میں اس کا غم نہ پوگا

بس اب وہ دن جلد آ رہا ہے  
تمہاری بانیہیں بندولے جھوہلے بنیں گی  
شاخیں نبیں ریبیں گی

تمہارے سارے بدن میں جیسے کہ مسجدوں مندروں کی پاکیزگی تقدس  
 فرشتوں کے ساتھ اتر رہا ہے  
 میں جس کو چھوٹنے سے ڈر رہا ہوں  
 تم ایک تھالی بنی بو پوچا کی  
 جس کے دیپک میں نیل کچھ بھی نہیں ہے  
 بس دودھ چل رہا ہے

تمہارے سینے پہ اپنا سر پیار اور تعظیم سے جھکا دوں  
 مجھے یقین ہے کہ سر اٹھا کر  
 تم اب بھی آنسو بھری مری انکھیں چوم کر یہ کھو گی  
 دیکھو .....  
 بمارے ننھے کے چاند چڑے پہ یہ ستارہ سی انکھیں  
 بالکل تمہاری ایسی بین  
 آئینہ دیکھو اُ جا کر .....

طبر أبابيل

بر سمت  
تا حد نظر  
بس گرد بے

اے ابرہیم ... اے ابرہیم  
تو مطلب کی بکریاں چھوڑے نہ چھوڑے  
باتھیوں کے لشکروں کو دور لے جا

یہ نظم لکھنے دے مجھے۔۔۔ اپنے خدا کے نام  
بس ایک ننهی سی نظم  
کہ ترے پاتھیوں کے لشکروں کی گرد سے میرے فلم کی روشنائی  
خشک ہو جائے کو ہے  
قرطاس پر لکھنے بوجئے الفاظ سب مٹئے کو ہیں

اے ابرہم !.....! اے ابرہم !!  
بس اک ذرا سی نظم لکھنے دے مجھے

میرے خدا ..... میرے خدا .....!  
تیری ابابیلیں کہاں ہیں ؟  
\*\*\*

### ایک کہانی

بہت دیر سے میں بہت پر سکون تھا  
بڑی دیر سے وہ بھی خوش خوش بہت تھی  
بڑی دیر سے میں بہ آرام بیٹھا  
یہ کہنا رہا.....

” میری تھی خوش نصیبی  
کہ مجھ کو ملی ہے بہت پیاری بیوی  
کہ جس نے مجھے پیار سے بھی نوازا  
مجھے ایک ننهی سی گڑبا بھی دی بے  
کہ اکلے مہینے کے انہاروں دن  
جو دو سال اپنے مکمل کرے گی  
بہت باتیں کرتی ہے  
نٹ کھٹ بہت ہے ”

بہت دیر سے وہ بھی خوش خوش بہت تھی  
سناتی ربی اپنے شوبر کی باتیں  
”ابھی اپنے دفتر سے آتے ہی بون گے۔  
تھکے بارے آتے ہیں جب چائے پی کر  
بلاتے ہیں بچے کو ، کچھ کھیلتے ہیں  
کبھی جاتے ہیں پارک میں سب کو لوے کر  
کوئی فلم اپھی اگر چل ربی پو  
کہ شاپنگ بی کرنے نکلتے ہیں گھر سے  
کسی چینی بوٹل میں کھاتے ہیں کھانا  
کبھی وہ جو بوٹل بے اُنپی صدر میں  
وبان اٹلی ڈوسا کھلاتے ہیں سب کو  
بہت دھیان رکھتے ہیں بچے کا ” اور پھر

لجاتے بوئے سے کہا --- اور مرا بھی ”

اچانک وہ رونے لگی بچکیوں سے  
کہ بچے کو مجھے ملانے کی خاطر  
جب 'اعجاز' کہہ کر پکارا تھا اس نے  
نه میں ضبط کر پایا اپنے بھی آنسو  
اسے بھی بتا نہ پایا  
کہ میں نے بھی  
نام اپنی لڑکی کا 'نکبت' رکھا ہے

\*\*\*

#### چار منظر

##### منظر ایک

دروازے پر ایک پرانا چہرہ نظر آتا ہے

کھٹیا پر لیٹے بورڈ ہے حقے کی گز گز گز گز  
اک پل کو تھمتی ہے  
باتھ بھوؤں تک اٹھتے ہیں

اپنے چہت پر رکھتی لڑکی سن سی رہ جاتی ہے

ناند کے پاس کھڑی عورت  
ٹک دیکھتی رہتی ہے  
کانپتے باٹھ - چمکتی آنکھیں - تھر تھر کرتے ہونٹ  
سارے بدن سے 'بیٹا' کہہ کر بڑھتی - گر جاتی ہے

\*\*

##### منظر دو

کچی مسجد کے پیچے تھویر کی لمبی قطار  
رستے میں کچھ گولیاں کھیلتے - بچے بھی دوچار  
رستے کے اس طرف پڑا گھورے کا بڑا انبار  
کچھ چنتی - کچھ چکتی مرغی - اور اس کے چوزے  
تال کے بند پہ پھیلے بوئے رنگین کٹی کپڑے  
گھر کی چھت پر سیم کی بیلیں - بکھرے بوئے اپلے  
جو بڑ کے گندے پانی میں نہاتی دو بھینسیں  
گھڑے لیے کچھ سانوریاں پنگھٹ کے رستے میں

مذر کی کلسی پر بیٹھی کچھ بوڑھی چیلیں  
 دور شہر کے رستے میں جاتی ہوئی ایک برات  
 اور ادھر کانٹوں کی باڑھ کے پیچھے بلتے بات  
 نہ نہ اجلے اجلے دانوں کی برسات  
 چپ چپ گرتی لیکن سوب میں چہن چہن کرتی جوار  
 رک رک کر نیزے سے چبھوتی ایک سوچ ہر بار  
 کتنا غلہ گھر میں بچے کیا جائے گا بازار

\* \*

منظر تین

ناریل کے درختوں میں پاگل بوا  
سیٹیاں سی بجائی رہی سارا دن  
کنج میں اپنے من موبی کی منتظر  
شام کے دھیان میں سوچ کر کیا کیا کچھ  
ایک لڑکی لجاتی رہی سارا دن

\* \* \*

منظر چار

بائھ میں دوپٹے کا کونہ - تھر تھر کرتے بونڈ  
دروازے کی جھری سے لگے کچھ چوکنے سے کان  
در میں کسی ممکن سوراخ کی کھوچ لگاتی آنکھ  
کچھ اپنے میں لجائے کانپتے جسم کا سندر لوج  
دروازے کر پار .....

کھنکتی عجیب سی شوخ بنسی  
 چوکھٹ پر بھیا کی پوری جلتی بوئی سگریٹ  
 بہابھی کی نٹ کھٹ نٹ سی چوڑی کی کھن کھن  
 کچھ بنسنی ساون کی بوندیں - کچھ بجتے کنگ  
 کچھ جنگل میں بونکتے سنائے کی بھاری صدا  
 کچھ باغوں کی طرح کمرے میں سر سر کرتی یوا

اور ادھر ..... وبی تیز سی سانسیں - جلتے جلتے بونٹ  
باتھے میں دوپٹے کا کونہ .. چوکنے سے کان

\* \* \*

اس ندی کے پار

ایسی اک بستی ہے اس ندی کے پار

اس ندی کے پار

ٹھنڈا پانی انگلیاں دیکھیں بہاؤ  
بہکے بہکے پانی میں ڈولے گی ناؤ  
لہروں کے بہنور، دریا کا منجھدار  
اس ندی کے پار

تاروں بھرے آنکن میں کوئی مسکائے  
سانوری سی رنگت دیوار اجرائے  
رنگوں کے دھبؤں سے سجی دیوار  
اس ندی کے پار

اجلے اجلے کاغذ کو کالا کروں  
یوں بی کویتاں میں کب تک بُنوں  
جانے کون کوتا کا دیکھوں میں دوار  
اس ندی کے پار

نیلا نیلا آکاش چب چاپ بے  
جانے کون سیتا کا یہ شراب بے  
دھانی کھنکتے باتھوں میں نلوار  
اس ندی کے بار

کیسی یہ پتنگ جس کی ڈور یہ نہیں  
کیسی یہ ڈور جس کا چھور ہی نہیں  
پیار ایسی ناؤ کہ نہیں ہے پتوار  
اس ندی کے پار

برف کی سی سڑکیں، سنہری مکان  
نیلے نیلے سورج، گلابی آسمان  
سپنوں کی ڈولی، نین کے کھار  
اس ندی کے پار

\*\*\*

تم تو سفر ہو

عجب پیچ و خم تھے، عجب راستے تھے  
کہیں جان لیوا چٹانیں سروں کو اٹھائے کھڑی تھیں  
کہیں اگ اگلتے ہوئے گرم پانی کے چشمے مرے پیر جھلسا رہے تھے  
کہیں راستے میں  
پہاڑوں کے پتھر لڑھکتے چلے آرہے تھے  
سمندر۔ ابھی ایک لمحہ یہاں، دوسرا پل میں میرے بدن میں ہر اک سمت پھیلا ہوا تھا۔

کہیں چند پانی کی سوتیں مجھے جیسے اندر ہی اندر بہانے لگی تھیں۔  
کہیں ریت کے جیسے طوفان سر سے گرتے تھے اور میں چلا جا رہا تھا  
مجھے علم تھا۔ راستے جس جگہ ختم ہوں گے  
مجھے تم ملو گی۔  
مگر یہ کیا...!!!

تم دھوپ کی طرح بر صبح مجھے کو نئی تازگی دے رہی ہو،  
کبھی تیز تر دھوپ کی راہ میں چھاؤں بن کر کھٹی ہو۔  
کبھی ٹھنڈے پانی کی بوندیں بنی مجھے کو لمس اپنا  
(پلا، اچھوتا، مہکتا ہوا)  
دے رہی ہو، کبھی میٹھے پانی کی گاتی  
ندی بن کر بہنے لگی ہو کہ میں اپنے یہ پیاسے لب تم سے سیراب و سرشار کر لوں  
میں سمجھا تھا یہ راستے  
جس جگہ ختم ہوں گے  
وہیں تم ملو گی  
مجھے کیا خبر تھی  
کہ تم میری منزل نہیں  
خود سفر ہو  
\*\*\*

ٹائپنگ: شاعر خود، مخدوم محی الدین

تدوین اور ای بک کی تشكیل: اعجاز عبید